https://farid.ps/articles/stand_your_ground/ur.html

"اپنی جگہ پر ڈٹ جاؤ" لیکن صرف کچھ کے لیے: خود دفاع اور فلسطینی جدوجہد پر امریکہ کا دوہرا معیار

اگر کوئی آپ کے گھر میں زبردستی گھس آئے تو کیا آپ کو اپنا دفاع کرنے کا حق ہے؟

امریکہ میں جواب واضح ہے: ہاں۔ درجنوں ریاستوں میں "Stand Your Ground" قوانین افراد کو اپنی جائیداد اور زندگی کی حفاظت کے لیے مہلک طاقت استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں—یہاں تک کہ عوامی مقامات پر اور یہاں تک کہ جب پیچھے ہٹنے کا امکان موجود ہو۔ لیکن جب **فلسطینی**، جن کی زمین سات دہائیوں سے زائد عرصے سے مقبوضہ ہے اور گھر مسمار کیے جا رہے ہیں، اس جاری تشدد کے خلاف مزاحمت کی کوشش کرتے ہیں، تو نہ صرف انہیں وہی اخلاقی غور و فکر سے محروم رکھا جاتا ہے—بلکہ انہیں **دہشت گرد** قرار دیا جاتا ہے۔ یہ تضاد جدید بین الاقوامی سیاست میں سب سے واضح منافقتوں کے مرکز میں ہے۔

تاریخی تناظر: تنازع کی نوآبادیاتی جڑیں

ناانصافی 1967، 2000 یا 2023 میں شروع نہیں ہوئی۔ انیسویں صدی کے آخر میں، یورپی قوم پرستی اور یہود دشمنی کے عروج کے دوران، **صہیونی تحریک** ایک یہودی وطن بنانے کے مقصد کے ساتھ ابھری۔ 1897 میں **پہلی صہیونی کانگریس** نے باضابطہ طور پر اعلان کیا کہ وہ اس وطن کو **فلسطین** میں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، جو اس وقت عثمانی سلطنت کا حصہ تھا۔ اس وقت فلسطین کی آبادی زیادہ تر عربوں پر مشتمل تھی، اور عبرانی زبان بنیادی طور پر مذہبی زبان کے طور پر استعمال ہوتی تھی، نہ کہ بول چال کی زبان۔ یہودی موجودگی بہت کم تھی، جو چھوٹے زرعی بستیوں اور منتشر برادریوں تک محدود تھی۔

یورپ میں فاشزم کے عروج کے ساتھ سب کچھ بدل گیا۔ 1930 اور 1940 کی دہائیوں میں، جب یہودی نازی ظلم و ستم سے بھاگ رہے تھے، دسیوں ہزاروں **برطانوی مینڈیٹ فلسطین** ہجرت کر گئے، جس سے آبادیاتی ڈھانچے میں ڈرامائی تبدیلی آئی۔ تناؤ عروج پر پہنچ گیا۔ ارگن اور لیہی (سٹرن گینگ) جیسے یہودی نیم فوجی گروہوں نے ایسی کارروائیاں کیں جو آج **دہشت گردی** کے طور پر درجہ بندی کی جائیں گی: عرب بازاروں میں بم دھماکے، برطانوی حکام کے قتل، اور 1946 میں **کنگ ڈیوڈ**

ہوٹل پر بمباری جیسے حملے، جس میں 91 افراد ہلاک ہوئے۔ انہوں نے قاہرہ میں برطانوی وزیر **مملکت لارڈ موئن کو بھی قتل کیا اور روم میں برطانوی سفارت خانے** کو بم سے اڑایا۔

ان تشدد کی مہمات نے برطانوی حکمرانی کو ناقابل برداشت بنا دیا۔ 1947 میں، برطانیہ نے مینڈیٹ کو **نئی قائم ہونے والی اقوام متحدہ** کے حوالے کر دیا، جس نے تقسیم کے منصوبے کی تجویز پیش کی۔ اس کے باوجود کہ یہودی آبادی **صرف 30 فیصد** تھی اور ان کے پاس **صرف 7 فیصد زمین** تھی، انہیں **فلسطین کا 56 فیصد** حصہ دیا گیا۔ اس سے غیر مطمئن صیہونی ملیشیا نے زیادہ سے زیادہ فلسطینیوں کو بے دخل کرنے کے لیے ایک پر تشدد مہم شروع کی۔ نتیجہ ناکبہ – یا "تباہی" – تھا، جس کے دوران **750,000 سے زائد فلسطینیوں کو بے دخل کیا گیا اور 500 سے زائد دیہات تباہ کیے گئے** تاکہ نئی اسرائیلی ریاست قائم کی جا سکے۔

بین الاقوامی قانون اور قبضے کے خلاف مزاحمت کا حق

بین الاقوامی قانون کے تحت، اسرائیل کی **مغربی کنارے، مشرقی یروشلم** اور پہلے غزہ میں موجودگی کو **فوجی قبضہ** سمجھا جاتا ہے – ایک قانونی حیثیت جس کے مخصوص فرائض ہیں۔ **چوتھا جنیوا کنونشن اور ہیگ ریگولیشنز** واضح طور پر مندرجہ ذیل کی ممانعت کرتے ہیں:

- مقبوضہ زمین کا **مستقل حصول**,
- مقبوضہ علاقے میں **مقبوضہ طاقت کی آبادی کی منتقلی** (یعنی بستیاں),
- اور مقبوضہ کے فائدے کے لیے **قدرتی وسائل کی استحصال**۔

عالمی عدالت انصاف (آئی سی جے) نے 2004 میں اس کی تصدیق کی، یہ بیان کرتے ہوئے کہ اسرائیلی دیوار اور بستیاں غیر قانونی ہیں، اور اسرائیل بین الاقوامی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ **مقبوضہ طاقت** پر شہری آبادی کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، نہ کہ اسے فوجی قانون، گھروں کی مسماری، کرفیو، اور اپارتھائیڈ طرز کی نقل و حرکت کی پابندیوں کے تابع کرنا۔

مزید برآں، بین الاقوامی قانون نوآبادیاتی تسلط اور **غیر ملکی قبضے کے تحت عوام کے مزاحمت کے حق** کو تسلیم کرتا ہے، بشمول مسلح جدوجہد۔ **اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 3246 (1974) اور 37/43 (1982)** اس کی تصدیق کرتی ہیں:

> "عوام کی جدوجہد کی مشروعیت جو آزادی، علاقائی سالمیت، اور نوآبادیاتی اور غیر ملکی تسلط سے نجات کے لیے تمام ممکنہ ذرائع سے کی جاتی ہے، بشمول مسلح جدوجہد۔"

یہ تشدد کے لیے کھلا اجازت نامہ نہیں ہے — مزاحمت کو بین الاقوامی انسانی قانون کی تعمیل کرنی چاہیے — لیکن یہ تصدیق کرتا ہے کہ **قبضے کے خلاف مزاحمت کا حق قانونی ہے**۔ اس کے باوجود، اس حق کو استعمال کرنے والے فلسطینیوں کو تقریباً ہمیشہ **دہشت گرد** قرار دیا جاتا ہے، جبکہ مقبوضہ طاقت کو فوجی امداد اور سفارتی تحفظ ملتا ہے۔

جاری ناکبہ: دوسرے طریقوں سے نسلی صفائی

اگرچہ ناکبہ کو اکثر 1948 کا ایک وقتی واقعہ سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ ایک **جاری عمل** ہے۔ آج، **70 لاکھ سے زائد فلسطینی** اب بھی **مہاجر یا اندرونی طور پر بے گھر** ہیں، جن سے ان کا بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ **واپسی کا حق**، جو **اقوام متحدہ کی قرارداد 194** میں تصدیق شدہ ہے، سے انکار کیا جا رہا ہے۔ اسرائیل اس انکار کو نافذ کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ دنیا بھر سے یہودیوں کو اپنے **واپسی کے قانون** کے تحت خودکار شہریت دیتا ہے — چاہے وہ یا ان کے آباؤ اجداد کبھی فلسطین میں رہے ہوں یا نہ رہے ہوں۔

مقبوضہ مغربی کنارے میں، بے دخلی کا عمل فعال اور شدت اختیار کر رہا ہے۔ مسلح اسرائیلی آبادکار باقاعدگی سے فلسطینی دیہات پر **پوگروم طرز کے حملے** کرتے ہیں، فصلیں تباہ کرتے ہیں، سڑکیں بند کرتے ہیں، گھر جلاتے ہیں، اور خاندانوں پر حملہ کرتے ہیں — اکثر اسرائیلی فوج کے تحفظ یا لاپرواہی کے تحت۔ یہ حملے الگ تھلگ یا خودمختار کارروائیاں نہیں ہیں؛ یہ فلسطینی موجودگی کو زمین سے مٹانے کے مقصد سے ایک وسیع تر، ریاستی حمایت یافتہ **بڑھتی ہوئی نسلی صفائی** کی حکمت عملی کا حصہ ہیں۔

2024 میں، عالمی عدالت انصاف نے ایک تاریخی رائے جاری کی جس میں کہا گیا کہ:

- **مغربی کنارے میں تمام اسرائیلی بستیاں غیر قانونی ہیں**,
- اسرائیل کو انہیں **خالی کرنا اور مسمار کرنا** ہوگا,
- اور تباہ شدہ جائیداد اور چوری شدہ زمین کے لیے **فلسطینیوں کو معاوضہ** دینا ہوگا۔

اسرائیل نے اس فیصلے کو نظر انداز کیا اور اس کے بجائے بستیوں کی تعمیر کو تیز کر دیا۔ امریکہ — بین الاقوامی قانون کے تئیں اپنی نام نہاد وابستگی کے باوجود — نے **غیر مشروط فوجی اور سیاسی حمایت** جاری رکھی، اسرائیل کو معنی خیز نتائج سے بچاتے

ہوئے۔

خود دفاع پر امریکہ کا دوہرا معیار

اس منافقت کا سب سے واضح مظہر امریکی گھریلو پالیسی اور اس کی خارجہ پالیسی کے موازنہ میں نظر آتا ہے۔

امریکہ بھر میں، **Stand Your Ground قوانین** شہریوں کو اپنے دفاع یا اپنی جائیداد کی حفاظت کے لیے مہلک طاقت استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بہت سے ریاستوں میں **پیچھے ہٹنے کی کوئی ذمہ داری** نہیں ہے، اور عدالتیں اکثر مشکوک معاملات میں بھی خود دفاع کے بیانیے کی حمایت کرتی ہیں۔ امریکی ثقافت اس اصول کو آزادی کے بنیادی جزو کے طور پر مناتی ہے — گھر، خاندان، اور زمین کو کسی بھی دخل انداز سے بچانے کا حق۔

لیکن جب فلسطینی بالکل یہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں — جب وہ مسلح آبادکاروں، قبضے کی فوجوں، گھروں کی مسماری، اور زمین کی چوری کے خلاف **اپنی جگہ پر ڈٹ جاتے ہیں** — ان کا دفاع نہیں کیا جاتا۔ انہیں **شیطان بنایا جاتا ہے**۔ انہیں دہشت گرد کہا جاتا ہے، ڈرونز کے ذریعے نشانہ بنایا جاتا ہے، پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بغیر مقدمہ کے قید کیا جاتا ہے، اور قتل کیا جاتا ہے۔

امریکی اقدار کے بارے میں یہ کیا بتاتا ہے جب:

- ٹیکساس میں ایک گھر کا مالک غیر مسلح دخل انداز کو مارنے پر سراہا جاتا ہے،
- لیکن زیتون کے باغ کو آبادکاروں سے بچانے کی کوشش کرنے والا فلسطینی کسان عسکریت پسند کہلایا جاتا ہے اور گرفتار کیا جاتا ہے؟

یہ منطق کی ناکامی نہیں ہے؛ یہ **سیاسی مصلحت** کا نتیجہ ہے۔ امریکہ خود دفاع کے حق کو عالمگیر طور پر نہیں مانتا — وہ اس حق کا دفاع اس وقت کرتا ہے **جب یہ اس کے اسٹریٹجک مفادات کے مطابق ہو** اور اسے اس وقت مسترد کرتا ہے جب یہ انہیں خطرے میں ڈالتا ہے۔

یہ انتخابی اخلاقیات اسرائیل کو دہائیوں سے جاری ایک بے دخلی کی مہم چلانے کی اجازت دیتی ہے جبکہ وہ خود کو متاثرہ کے طور پر پیش کرتا ہے — اور فلسطینیوں کو بے وطن، بے آواز، اور مزاحمت کی وجہ سے مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

نتیجہ: امریکی اقدار کا آئینہ

امریکہ انصاف، قانون، اور خود دفاع کا دعویٰ نہیں کر سکتا جبکہ وہ ایک اپارتھائیڈ رژیم کی مالی اعانت، اسلحہ سازی، اور دفاع کر رہا ہو جو کھلم کھلا بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے اور مقامی آبادی کو تشدد کے ساتھ دباتا ہے۔

اگر خود دفاع ایک حق ہے، تو اسے تمام لوگوں کے لیے تسلیم کیا جانا چاہیے — نہ صرف فلوریڈا کے آبادکاروں کے لیے، بلکہ ہیبرون کے چرواہوں کے لیے بھی؛ نہ صرف مضافاتی گھر کے مالکان کے لیے، بلکہ غزہ میں محاصرے کے تحت رہنے والے مہاجرین کے لیے بھی۔

جب تک امریکہ اپنی خارجہ پالیسی کو ان اصولوں کے مطابق نہیں کرتا جو وہ گھریلو طور پر نافذ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ اسی ناانصافی کا شریک جرم رہے گا جس سے وہ نفرت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

ناکبہ جاری ہے۔ اور اپنی جگہ پر ڈٹے رہنے کی جدوجہد بھی۔